HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y

AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore

ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print): 3006-4759

Volume 2 Issue 1 (Oct-Dec 2024)

تصورِ سنت: فکرِ غامدی کا مطالعہ وجائزہ حافظ محمد زبیر کی تنقید کے تناظر میں

Tasawwur-e-Sunnat: A Study and Review of Ghamidi's Thought in the Context of Hafiz Muhammad Zubair's Critique

Nida Bibi
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad, nidab8263@gimail.com

Dr. Muhammad Hamid Raza
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad

Abstract

The present study critically examines Javed Ahmad Ghamidi's concept of Sunnah (Prophetic practice) in light of Dr. Hafiz Muhammad Zubair's scholarly critique. Ghamidi, a prominent modernist Islamic scholar, is known for his distinctive interpretation of religious sources, particularly his separation between Sunnah and Hadith. According to Ghamidi, Islam's primary sources are only two: the Qur'an and the Sunnah Mutawatirah (practices transmitted through perpetual consensus). He views Sunnah as non-recited revelation (wahy ghayr matlu), originally part of the Abrahamic religious tradition that the Prophet Muhammad ﷺ renewed and reintroduced with certain modifications. Consequently, Ghamidi excludes Prophetic sayings and narrations (Hadith) from the direct sources of Islamic law and belief, asserting that Hadith provides supplementary historical knowledge but no binding legal or doctrinal authority. Dr. Hafiz Muhammad Zubair challenges this framework on both intellectual and theological grounds. He argues that Ghamidi's definition of Sunnah is inconsistent with the consensus of classical scholars—from the Companions and early jurists to the major Imams of Islam—who collectively regarded the Prophet's sayings, actions, and approvals as part of Sunnah. Dr. Zubair maintains that Ghamidi's strict reliance on ijma' (consensus) and tawatur (continuous transmission) undermines the broader epistemological foundations of Islamic jurisprudence, which also recognize akhbar al-ahad (authentic solitary reports) as valid sources of law and guidance. The paper highlights that Ghamidi's restricted definition of Sunnah reduces the practical and legal dimensions of the Prophetic tradition, creating an artificial dichotomy between Hadith and Sunnah. This approach, according to Dr. Zubair, disrupts the historical continuity of Islamic thought and weakens the comprehensive nature of the Shariah. Moreover, the article critiques Ghamidi's selective interpretation of the Qur'anic term "Millat-e-Ibrahim" as "Abrahamic tradition," which he uses to support his redefined concept of Sunnah. In conclusion, the study asserts that Ghamidi's reconstruction of Sunnah is both conceptually and methodologically flawed. It departs from the established consensus of Muslim scholarship and diminishes the normative authority of the Prophetic tradition. Dr. Zubair emphasizes that the authentic understanding of Sunnah must include the Prophet's sayings, actions, and tacit approvals, transmitted through reliable reports and consensus, to preserve the integrity of Islamic law and practice.

Keywords: Sunnah, Hadith, Islamic epistemology, Abrahamic tradition, Prophetic authority

علامہ جاوید احمد غامدی اپنے جدید اور منفرد نظریات کی وجہ سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔آپ کا روشن خیال نقطۂ نظر کئی لوگوں میں پسند کیا جاتا ہے۔جب کہ یعنی اہلِ علم ان کے نظریات پر عملی تنقید بھی کرتے ہیں۔جیسا کہ ڈاکٹر حافظ زبیر بھی ان اہلِ علم لوگوں میں شامل ہیں۔جو غامدی کے بعض افکار کا علمی و تحقیقی انداز میں جائزہ لیتے ہیں۔حافظ زبیر نے نہایت سنجیدہ اور علمی بنیادوں پر غامدی کے افکار کا تجزیہ کیا ہے۔قرآن وحدیث دین اسلام کے دو ستون ہیں۔ان دونوں میں سے حدیث کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ قرآن مجید جس قسم کا انسانی معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے۔جو تہذیب و تمدن کو انسانوں

CC BY

کے لیے پسند کرتا ہے اور جن اخلاقی اقدار و روایات کو فروغ دینا چاہتا ہے اس کے بنیادی اصول قرآن مجید میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ تاہم اس کی عملی تفصیلات و جزئیات احادیث اور سنت اصول ﷺ نے ہمیں مہیا کی ہیں۔ اس لیے یہ اسوۂ رسول ﷺ کی شکل میں محفوظ و مدون ہے۔ ہر دور کے مسلمانوں کے لیے بیش قیمت خزانہ رہا ہے۔ اس اتباعِ سنت اور پیروی رسول ﷺ کے جذبے نے مسلمانوں کو ہمیشہ الحاد و بے دینی سے بچایا ہے۔ شرک و بدعت کی گرم بازاری کے باوجود توحید و سنت کی شمع کو روشن رکھا ہے۔

علوم اسلامیہ میں سنت کی تعریف اور اس کا مقام ہمیشہ اہم موضوع رہا ہے۔ مختلف ادوار میں اہلِ علم نے سنت کے حدود اور تعین کو بیان کیا ہے۔ جدید دور میں جاوید احمد غامدی نے سنت کے تصور کو خاص منہج اور اصولی بنیادوں پر واضح کیا ہے۔ غامدی کے نزدیک دین کے اصل ماخذ دو ہیں:

1۔ قرآن مجید

2۔ سنت متواترہ

ان کے مطابق سنت دراصل وحی غیر متلو ہے۔ جو قرآن کی طرح اللہ کی طرف سے نازل کردہ دین ہے۔ اسی طرح وحی کی تعریف کرتے ہوئے جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

"کسی چیز کی خفیہ طور پر اور جلدی اطلاع دینا "وحی" کہلاتا ہے۔"(1)

لفظ وحی عربی زبان میں خفیہ اور تیز اشارے، ابہام اور دل میں بات ڈالنے کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ "وحی" مختلف مواقع پر استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ"(2)

"اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ان چھتوں میں گھر بنائے جو اس کے لیے بناتے ہیں۔"

"وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ"(3)

"اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو حکم بھیجا کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تجھے اس کا خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف اور غم نہ کر، بے شک ہم اسے تیرے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔"

شرعی اصطلاح میں "وحی" سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے منتخب انبیاء و رسل کو احکام و اخبار سے اس خفیہ طریقے سے مطلع کرنا ہے جس سے ان کو قطعی و یقینی علم حاصل ہو جائے کہ یہ احکام و اخبار من جانب اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

"اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا"(4)

"ہم نے تیری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد آئے، اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر، اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔"

ایک اور جگہ پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۚ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ"(5)

"رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا، سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے، (کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا، اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

قرآن مجید میں تقریباً 25 انبیاء و رسل کا تذکرہ ہمیں ملتا ہے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی ہے اور اس میں 313 رسل ہوئے ہیں۔ مگر جہاں تک آسمانی صحیفوں اور کتابوں کی بات ہے اس بارے میں ہم صرف ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ہی جانتے ہیں کہ ان کو آسمانی صحیفے اور کتابیں دی گئی ہیں۔ سب سے پہلی کتاب حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس وقت نازل ہوئی جب فرعون مع لشکر غرق ہو چکا تھا اور موسیٰ علیہ السلام اس وقت مصر میں نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے ساتھ وادیٔ سینا میں قیام پذیر تھے۔ جو اس بات کی شہادت ہے نزول تورات تک موسیٰ علیہ السلام پر وحی خفی ہی نازل ہوتی تھی۔

OPEN ACCESS
CC BY

سنت کے لغوی معنی طریقہ اور راستہ کے ہیں خواہ محمود ہو یا مذموم۔

سنت نام ہے رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات، تائیدات اور صفات کا۔ ائمہ حدیث، فقہا اور اصولیین "حدیث" اور "سنت" کو خاص خاص معانی میں استعمال کرتے ہیں لیکن جہاں وہ اصول وادلہ کا ذکر کرتے ہیں وہاں ان دونوں کو ہم معنی اور مترادف ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اصول حدیث اور اصول فقہ کی جملہ مختصرات و مطولات میں ان دونوں اصطلاحوں کا یہ مشترکہ مفہوم بکثرت استعمال ہوا ہے۔ اصطلاحی مفہوم میں حدیث اور سنت الفاظ مترادف کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ حقیقت میں قرآن مجید کی قولی اور عملی تفسیر ہے اور آپ ﷺ کے ان ہی اقوال، اعمال اور احوال کا نام حدیث ہے۔(6)

جمہور محدثین کی اصطلاح میں نبی ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اقوال، اعمال اور احوال کو حدیث سے تعبیر کرنا خود ساختہ اصطلاح نہیں بلکہ خود قرآن کریم ہی سے مستنبط ہے۔ قرآن کریم میں دین کو نعمت فرمایا اور اس نعمت کی نشر واشاعت کو تحدیث سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ"(7)

"اور اللہ کے احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے اور جو اس نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری ہے کہ تمہیں اس سے نصیحت کرے۔"

لہٰذا آنحضرت ﷺ کی اسی تحدیث نعمت کو حدیث کہتے ہیں۔ یہی نہیں! انبیاء کے اقوال، اعمال اور احوال کے لیے خود قرآن مجید میں بھی متعدد مقامات پر حدیث ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

"المضافة للنبیﷺ قولا لم أوفعلا أو تقريرا وكذا وصفا وإيا ها"(8)

مذکورہ بالا تمام تعریفات (حدیث، سنت) میں اگرچہ معمولی سا لفظی تغیر پایا جاتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی ان سب تعریفوں میں رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو شامل کر کے "حدیث" و "سنت" دونوں کو ہم معنی بتایا گیا ہے۔ اصحاب لغت میں سے صاحب "لسان العرب" کے نزدیک جب "سنت" کا لفظ بغیر کسی قید و شرط کے بولا جائے تو شریعت میں اس کا مقصد وہ فعل ہوتا ہے جس کا قرآن میں ذکر نہ ہو، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کو کرنے کا حکم دیا ہو یا اس سے منع فرمایا ہو۔ علامہ حازمیؒ فرماتے ہیں:

"جبرائیل سنت بھی لے کر نازل ہوئے اور اسے رسول اللہ ﷺ کو سکھاتے تھے۔ چنانچہ آپ ایسی کوئی بات نہیں کہتے تھے جو تنزیل کے خلاف ہو، الا یہ کہ آپ کا سابقہ کوئی قول تنزیل کے ذریعے منسوخ ہو چکا ہو۔ پس تنزیل کا معنی رسول اللہ ﷺ کا ہر وہ قول ہے جو باسناد صحیح آپ سے ثابت ہو۔"(9)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

"یعنی "کتاب" وہ وحی ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور "حکمت" سنت ہے جو کہ بصورت وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر تلاوت کے آئی ہے۔"(10)

حضرت محمد ﷺ وحی کی دونوں صورتوں کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے مامور من اللہ ہیں۔ آپؐ صحابہ کرام کو علم و عمل دونوں کی تعلیم دیتے تھے اور آپ یہ تعلیم اُن کو اپنے قول و فعل دونوں سے دیتے تھے۔ قرآن مجید میں آپ کی اطاعت اور آپ کا اتباع دونوں کا حکم ہے۔

بادی النظر میں اس بات سے کہ اسلام قرآن مجید اور سنت کا نام ہے، جب آپ جاوید احمد غامدی کی اس اصطلاح "سنت" کا مفہوم اُن سے معلوم کریں گے اور پھر ان سنتوں کی تعداد بھی معلوم کریں گے تب جا کر آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ سنت کی وہ اسلامی اصطلاح نہیں ہے جو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ، کبار صحابہ، تابعین، تبع تابعین، فقہا، ائمہ اربعہ اور علمائے اسلام کے ذریعے امت مسلمہ تک متفقہ طور پر مشہور مفہوم کے ساتھ پہنچی ہے۔ پھر جب آپ سنتوں کی جاوید احمد غامدی کی طرف سے تیار کردہ فہرست بھی بغور دیکھیں گے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ اس "سنت" میں سیدنا رسول اللہ ﷺ کا قول، فعل اور تقریر شامل نہیں ہے بلکہ یہ دراصل ابراہیمی روایات ہیں جن کی تجدید کر کے اور بعض اضافوں کے ساتھ آپ ﷺ نے امت کے سامنے دین کے طور پر پیش کیا ہے اور جہاں تک احادیث نبویؐ کا تعلق ہے تو جاوید احمد غامدی کے مطابق ان سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے ان کی حفاظت اور تبلیغ کا اہتمام کیا ہے۔ اس طرح اسلام اگر نام ہے تو قرآن مجید اور 26 سنتوں (ابراہیمی روایات) کا اور جاوید احمد غامدی وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ دین لاریب قرآن اور سنت (غامدی، مفہوم اور تعداد کے اسقھ) ان ہی دو صورتوں کا نام ہے۔ احادیث دین کا حصہ نہیں ہیں یعنی دفترِ بے وقعت ہے۔

جاوید احمد غامدی کے مطابق:

"لغت عربی میں سنت کے معنی پٹے ہوئے راستے کے ہیں۔"(11)

"سنت" سے "ہماری" مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید و اصلاح کے بعد اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔(12)

CC BY

لفظ "ہماری" نے جاوید غامدی کو خود ہی علمائے حق کے دائرے سے باہر نکال دیا کیونکہ الفاظ کے اصطلاحی معنی کسی کی ذاتی مراد سے متعین نہیں ہوتے۔ یہاں اُمت کے اکابر علماء صحابہ سے لے کر تا ایں دم کی تحقیقات کو پیش کرنا لازمی ہے۔ کسی کی ذاتی رائے اور مراد کو اس میں کچھ عمل دخل نہیں ہو سکتا۔

قرآن میں آپ کو ملت ابراہمی کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ روایت بھی اسی کا حصہ ہے۔ ارشاد فرمایا:

''ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ'' (13)

"پھر ہم نے تیرے پاس وحی بھیجی کہ تمام راہوں سے ہٹنے والے ابراہیم کے دین پر چلا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔"

سنت کا خود ساختہ مفہوم لینے کے لیے غامدی اوپر مذکورہ سورۃ النحل: 123 پیش کرتے ہیں مگر اس آیت سے غامدی نے جو استدلال کیا ہے تو وہ قرآن کی معنوی تحریف کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ:

1۔ مذکورہ آیت میں بلاشبہ ملت ابراہیم یعنی دین ابراہیم کا ذکر آیا ہے کیونکہ ملت کے معنی دین کے ہیں۔ مگر اس آیت سے دین ابراہیم کی روایت کیسے برآمد ہو گئی۔

2۔ مذکورہ آیت میں بے شک نبی ﷺ کو ملتِ ابراہیم یعنی دین ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے مگر اس آیت میں یہ بات کہاں ہے کہ اس کی پیروی کرتے ہوئے نبی اس دین ابراہیم کی تجدید واصلاح بھی فرمائیں۔ اس میں اپنی طرف سے اضافے بھی کر دیں اور پھر جو کچھ تیار ہو جائے اسے اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمادیں؟

یہ سارا مفہوم غامدی کے اپنے ذہن کی اُپج ہے جسے انھوں نے آیت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ انھوں نے اپنے ذاتی خیالات کو قرآن مجید کی عبارت میں پڑھنے کی بہت بڑی مثال قائم کر دی ہے جو ٹھیک ٹھیک مذموم تفسیر بالرائے اور قرآن کی معنوی تحریف ہے۔ آیت میں مذکورہ لفظ "ملت" کے معنی دین اور مذہب کے ہیں۔ مشہور عربی لغت لسان العرب میں ہے:

''الملة الدین، کلمة الاسلام والنصرانیة والیهودیة''

"ملت کے معنی دین کے ہیں، جیسے دین اسلام، نصرانیت کا دین، یہودیت کا دین۔"

قرآن مجید میں بھی ملت کا لفظ دین اور مذہب کے معنوں میں آیا ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

''وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ'' (14)

"اور یہودی اور عیسائی تجھ سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک تو اُن کا مذہب اختیار نہ کرے۔"

''قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ڬ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ'' (15)

"کہہ دو کہ میرے رب نے مجھے ایک سیدھا راستہ بتلا دیا ہے، ایک صحیح دین ہے ابراہیم کے طریقے پر جو یکسو تھا، اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔"

''وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ'' (16)

"اور ایسا کون ہے جو ابراہیم کے دین سے منہ موڑے سوائے اس شخص کے جس نے اپنے آپ کو احمق بنا لیا ہو۔"

مذکورہ آیات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ "مِلَّۃ" کے معنی دین اور مذہب کے ہیں۔ مگر غامدی نے "ملتِ ابراہیم" کے معنی ابراہیم کا دین لینے کے بجائے اس کے معنی "دین ابراہیمی کی روایت" کر کے دوسروں کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح وہ جس آیت سے اپنی سنت (دین ابراہیمی کی روایت) کا مفہوم کشید کرتے ہیں اس میں سرے سے یہ معنی موجود ہی نہیں ہیں۔

سنت یہی ہے اس کے بارے میں بالکل قطعی ہے۔ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔ عجیب بات ہے "رسوم وآداب" عنوان کے تحت جتنی باتیں بھی مذکور ہوئیں یہ ذخیرہ احادیث ہی میں موجود ہیں، ان کو قرآن کے مساوی کس بنیاد پر قرار دیا ہے اور دوسری بے شمار باتیں جو اس ذخیرۂ احادیث میں موجود ہیں۔ ان کو "سنت" سے باہر کس بنیاد پر قرار دیا۔ وہ جس طرح صحابہ کے اجماع اور قوامی تواتر سے ملا ہے اسی طرح یہ بھی ان کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے اور قرآن ہی کی طرح ہر دور میں مسلمانوں کے اجماع سے ثابت قرار پائی ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں اب کسی بحث ونزاع کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دین لاریب انھی دو صورتوں (قرآن اور 26 سنن) میں ہے۔ ان کے علاوہ کوئی چیز دین ہے نہ اسے دین قرار دیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کے اخبار آحاد جنھیں بالعموم "حدیث" کہا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ ان سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ کبھی درجہ یقین کو نہیں پہنچتا، اس لیے دین میں ان سے کسی عقیدہ وعمل کا اضافہ بھی نہیں ہوتا۔

مزید بحث سے پہلے یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ دین کے اس غامدی پیکج میں ظاہر ہے اب کسی بحث ونزاع کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث سے اس میں کسی بھی قسم کا تغیر وتبدل اور کمی وبیشی کرنے کے سارے حقوق جاوید احمد غامدی کے لیے محفوظ ہیں۔ وہ جب چاہیں جس طرح چاہیں اس پیکج میں کمی وبیشی کر سکتے ہیں۔

OPEN ACCESS
CC BY

مئی 1998ء میں جاوید احمد غامدی نے جو "دین کی فہرست" لوگوں کے لیے جاری فرمائی تھی اس میں 26 نہیں 40 امور شامل تھے۔ دین میں کیا چیز شامل ہے اور کیا چیز شامل نہیں ہے اور اس پر ناسخ و منسوخ کا تعین بھی صرف ایک نبی ہی کر سکتا ہے۔ جاوید احمد غامدی نے ابھی تک نبوت کا دعویٰ تو نہیں کیا ہے مگر بات وہ نبی کی زبان ہی سے کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور 26 سنتوں کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"دین لاریب انھی دو صورتوں میں ہے، ان کے علاوہ کوئی چیز دین ہے اور نہ ہی اسے دین قرار دیا جاسکتا ہے۔"(17)

تاریخ میں ہمیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ، سعید بن مسیب، قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، سلیمان بن یسارؒ جیسے فقہا یا امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے ائمہ نے دین کے بارے میں اس لب ولہجہ میں بات کی ہو۔ کبھی وہ داڑھی کو دین میں شامل قرار دیں گے پھر "وحی" کے ذریعے ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ داڑھی دین میں شامل نہیں ہے تو اس کو دین سے خارج کر دیں گے۔ پہلے "دین کی فہرست" چالیس امور پر مشتمل تھی پھر 2002ء میں غامدی نے 40 امور پر مشتمل اس فہرست میں ظاہر ہے۔ لوگوں کی سہولت کے لیے ہی ایسا کیا ہو گا یا پھر اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے ترمیم کر کے صرف 26 امور ہی دین قرار دے دیا۔ پھر مئی 2008ء میں اس فہرست میں دوبارہ ترمیم کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ ہر وقت "فہرست دین" جاری کرتے وقت یہی بات کہی جاتی ہے کہ "سنت یہی ہے۔ اس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

مسلمہ اصطلاحات کے مفہوم میں تبدیلی ان کا انکار ہے۔ جو شرعی اصطلاحیں ہیں وہ آج کی بنی ہوئی نہیں ہیں بلکہ وہ خود صاحبِ شریعت حضرت محمد ﷺ کی زبان رسالت سے، جو وحی الٰہی کی مظہر ہے، نکلی ہوئی ہیں اور ان کا مفہوم و مطلب بھی عہدِ رسالت سے اب تک معروف و مسلم چلا آرہا ہے۔ جیسے صلوٰۃ و زکوٰۃ اور ختم نبوت وغیرہ کا مفہوم و مطلب ہے۔ آج اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صلوٰۃ کا وہ مفہوم نہیں ہے جو آج تک مسلمان سمجھتے اور اس کے مطابق عمل کرتے آرہے ہیں اور وہ غلط ہے، بلکہ صلوٰۃ کا مطلب پانچ وقت کی نمازیں نہیں ہے بلکہ یہ ہے (نظام ربوبیت کی یاد دہانی)۔ اسی طرح زکوٰۃ کا مطلب بھی یہ نہیں ہے جو چودہ سو سال سے مسلم چلا آرہا ہے بلکہ اس کا مطلب تو حکومت کا اپنی رعایا کی معاشی ضروریات کا پورا کرنا ہے۔

ان مذکورہ شرعی اصطلاحات کی نئی تعبیر کرنے والے کیا صلوٰۃ، زکوٰۃ اور ختم نبوت کے ماننے والے کہلائیں گے یا ان کے منکر؟ ظاہر بات ہے کہ کوئی باشعور مسلمان ایسے لوگوں کو ان مسلماتِ اسلامیہ کا ماننے والا نہیں کہے گا کہ یہ نماز کے بھی منکر ہیں، زکوٰۃ کے بھی منکر ہیں اور ختم نبوت کے بھی منکر ہیں۔

اسی طرح سنت یا حدیث بھی شرعی اصطلاح ہے۔ علاوہ ازیں یہ صحابہ و تابعین (سلف) اور محدثین کے نزدیک ایک ہی چیز ہے۔ اس کا مفہوم اور مصداق بھی چودہ سو سال سے مسلم چلا آرہا ہے۔ اس کو جو اس کے مسلمہ مفہوم و مصداق کے مطابق مانے گا وہ اس کو ماننے والا تسلیم کیا جائے گا اور جو یہ کہے گا میرے نزدیک سنت کا یہ مفہوم ہے اور حدیث کا یہ مفہوم ہے اور وہ مفہوم اس کا خود ساختہ اور مسلمہ مفہوم کے یکسر خلاف ہو تو وہ حدیث و سنت کا ماننے والا نہیں کہلایا جاسکتا چاہے زبان سے وہ حدیث و سنت کو ماننے کا ہزار مرتبہ بھی دعویٰ کرے۔ جیسے مرزائی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے قائل ہیں لیکن وہ منکر ہی کہلائیں گے کیوں کہ وہ ختم نبوت کا وہ مفہوم نہیں مانتے جو مسلمہ ہے، بلکہ خود ساختہ مفہوم کی روشنی میں مانتے ہیں۔

اس دور کے جن لوگوں نے حدیث رسول کی تشریعی حیثیت کو دل سے تسلیم نہیں کیا اور وہ اس کے ماخذ شریعت ہونے کو مشکوک ٹھہرانے کی مذموم سعی کر رہے ہیں۔ انھوں نے حدیث اور سنت کے مفہوم (اصطلاحی) میں فرق کیا ہے۔ اس لیے کہ اس کے بغیر ان کے لیے حدیث رسول سے واضح الفاظ میں انکار کرنا ممکن نہیں تھا۔ وہ چاہتے ہیں یا اپنے زعم باطل میں مسلمان عوام کو اس مغالطے میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ منکر حدیث نہیں ہیں۔ دراں حالیکہ ان کی ساری کاوشوں کا محور و مرکز حدیثِ رسولؐ اور اطاعتِ رسولؐ کا انکار ہے۔

ان کے خیال میں سنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اعمال و عادات ہیں اور حدیث سے مراد اقوال رسول ﷺ۔ بعض لوگوں نے اس سے بھی تجاوز کر کے یہ کہا کہ آپ کے اعمال و عادات عرب کے ماحول کی پیداوار تھیں اس لیے ان کا اتباع ضروری نہیں، صرف آپ کے اقوال قابل اتباع ہیں۔

ایک تیسرے گروہ نے اس کے برعکس یہ کہا کہ آپ کے اقوال پر عمل ضروری نہیں، جسے وہ حدیث سے تعبیر کرتے ہیں۔ تاہم آپ کے اعمال مستمرہ (دائمی اعمال) قابل عمل ہیں۔ اسے وہ سنت کہتے ہیں اور ایک چوتھا گروہ ہے اس نے کہا کہ سنتِ دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی نے اس کی تجدید و اصلاح کے بعد اس میں بعض اضافوں کے ساتھ دین کی حیثیت سے جاری فرمایا۔ گویا سنت و حدیث ان مذہبی مسخروں اور بہروپیوں کے نزدیک کوئی دینی اصطلاح نہیں ہے بلکہ بازیچۂ اطفال ہے یا موم کی ناک ہے جسے جس کی طرح چاہو استعمال کر لو اور جس طرف چاہو موڑ لو۔

جاوید احمد غامدی صاف الفاظ میں احادیث نبوی کو شرعی ماخذ ماننے سے یہ کہہ کر انکار کرتے ہیں کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا اضافہ نہیں ہوتا اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی حفاظت اور تبلیغ کا کوئی اہتمام نہیں کیا ہے۔ پھر وہ حدیث اور سنت میں فرق کر کے سنت کو دین کا ماخذ مانتے ہیں مگر جو مفہوم وہ سنت کا بیان کرتے ہیں وہ اس سنت کے مسلمہ مفہوم سے بالکل مختلف ہے جو ائمہ سلف و خلف سے آج تک معلوم و معمول ہے۔ اس طرح وہ سنت کے بھی منکر ہوئے۔

جاوید احمد غامدی کے نزدیک دوپٹے یا حجاب (پردے) کے بارے میں نظریہ روایتی، مذہبی تعبیرات سے کچھ مختلف ہے۔ ان کا موقف قرآن و سنت کی تعبیر پر مبنی ہے، مگر ان کے مخالفین اسے نرم یا جدید تعبیر قرار دیتے ہیں۔

CC BY

غامدی کے مطابق ''دوپٹہ یا حجاب'' کے بارے میں نظریہ

1۔ پردے کا اصل حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ہے:

غامدی کہتے ہیں کہ قرآن نے مردوں کو بھی نگاہ نیچی رکھنے اور عورتوں کو بھی اپنی زینت چھپانے کا حکم دیا ہے (سورۃ النور: 30-31)۔ یعنی پردہ صرف عورت کا فریضہ نہیں، بلکہ معاشرتی اخلاق کا مشترکہ اصول ہے۔

2۔ دوپٹے یا سر ڈھانپنے کا حکم قرآن میں صراحتاً نہیں:

ان کے مطابق قرآن نے ''خمار'' (یعنی دوپٹہ) کے لفظ کا ذکر ضرور کیا ہے، لیکن اس کے مقصد کے طور پر سینہ ڈھانپنے کی ہدایت دی ہے، سر ڈھانپنے کی نہیں۔ (سورۃ النور: 31 میں ''وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ'' یعنی ''اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈال لیں'')۔

3۔ چہرہ ڈھانپنا سنت نہیں:

غامدی کے مطابق چہرہ چھپانا نہ قرآن کا حکم ہے نہ سنتِ نبوی کا حصہ۔ ان کے نزدیک پردے کا مقصد فحاشی سے بچاؤ ہے، نہ کہ چہرہ یا ہاتھ چھپانا۔

4۔ ثقافتی فرق کی گنجائش:

وہ کہتے ہیں کہ لباس معاشرتی روایات سے متاثر ہوتا ہے، اس لیے ہر دور یا ملک میں پردے کی عملی صورت مختلف ہو سکتی ہے، بس شرم وحیا اور وقار باقی رہنا چاہیے۔

5۔ شریعت میں لازمی حکم نہیں:

ان کے نزدیک دوپٹہ یا نقاب پہننا شرعی ''فرض'' نہیں بلکہ ایک اخلاقی و تہذیبی روایت ہے، جسے خواتین اپنی مرضی سے اختیار کر سکتی ہیں۔

غامدی کے نزدیک ''دوپٹہ یا نقاب'' کا حکم قرآن میں صراحتاً نہیں دیا گیا بلکہ عفت وحیا کی تعلیم کے طور پر ذکر ہوا ہے۔ ان کے خیال میں اصل مقصد کردار کی پاکیزگی ہے، نہ کہ مخصوص لباس یا نقاب۔

چونکہ برصغیر میں منکرین حدیث وسنت کے ہمیشہ جید اور مستند علمانے تکفیر کی ہے۔ اس لیے اس تکفیر کی زد سے بچنے کے لیے انھوں نے قرآن کے ساتھ 26 سنتوں کا ایک چھوٹا سا پیکج بھی لوگوں کے لیے پیش کیا ہے۔ اس کو آپ جاوید احمد غامدی کی شعبدہ بازی کہہ سکتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ بدنام منکر حدیث غلام احمد پرویز کا ہی سایہ ہیں۔ احادیث نبوی کے متعلق جاوید احمد غامدی کا گمراہ کن نظریہ یہ ہے کہ اس کو قبول کرنے کی صورت میں حدیث نبوی تو دور خود قرآن مجید کے بنیادی احکامات پر منشائے الٰہی اور تعلیم نبوی کے مطابق عمل کرنے امکانات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کے قول وفعل اور تقریر و تصویر کی روایتیں جو زیادہ تر اخبار آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنھیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں دو باتیں ایسی واضح ہیں کہ کوئی صاحب علم انھیں ماننے سے انکار نہیں کر سکتا۔ ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی حفاظت اور تبلیغ واشاعت کے لیے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا۔ (ایک خطبہ حجۃ الوداع کے متعلق البتہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے دوسروں تک پہنچانے کی ہدایت فرمائی تھی لیکن اس کے علاوہ کسی چیز کے بارے میں اس نوعیت کی کوئی چیز تاریخ کے کسی مستند ماخذ میں مذکور نہیں) دوسری یہ کہ ان سے جو علم حاصل ہوتی ہے وہ کبھی علم یقین کے درجے تک نہیں پہنچتا۔ حدیث سے متعلق یہی دو حقائق ہیں جن کی بنا پر یہ ماننا تو ناگزیر ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔''(18)

یاد رہے کہ حدیث نبوی قرآن مجید کی طرح دین کا بنیادی کا ماخذ ہے اور یہ کہ اس سے دین میں عقیدہ و عمل کا اضافہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر اس پر تنقید کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

''غامدی کے نزدیک سنت کا تصور دراصل سنت اور حدیث کے درمیان ایک غیر فطری فاصلہ پیدا کر دیتا ہے۔ جو دین کی تکمیلیت کے منافی ہیں۔''(19)

ہمارے نزدیک غامدی کا تصورِ سنت بھی غلط ہے اور اس کے اطلاق میں بھی ان سے غلطیاں ہوئی ہیں۔ ہم اس کے تصورِ سنت کی غلطی کو دو اعتبار سے دیکھ سکتے ہیں۔ پہلی بحث میں ہم عقلی اور منطقی اور شرعی اعتبار سے غامدی کے تصورِ سنت کا جائزہ لیں۔ دوسری بحث میں ہم غامدی کے تصورِ سنت کا جائزہ لیں۔ اگر ہم اس تناظر میں غامدی کی کتاب ''اصول ومبادی'' میں بیان کردہ ان کے اصولوں کی روشنی میں ان کے تصوراتِ سنت کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کتاب درحقیقت تناقضات کا پلندہ ہے۔ جس میں بیان کردہ اصولوں میں سے ہر ایک اصول ان کے کسی دوسرے اصول کو رد کر رہا ہوتا ہے۔

CC BY

غامدی کے مطابق سنت کا ثبوت صرف اسی صورت میں معتبر ہے جب اس کی بنیاد نصوص، اجماع، یا تواتر پر مضبوط ہو۔ وہ احادیث احاد کو بطور مستقل دلیل محدود سمجھتے ہیں اور سنت کی تصدیق میں تاریخی اور عقلی معیار کو بھی مد نظر رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر روایت کو بغیر تنقیدی جائزہ جائزہ لیے دین کے احکام کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا۔ ڈاکٹر زبیر یوں رقم طراز ہیں:

"غامدی صاحب کے اس موقف سے دین کے فروعات میں الجھن پیدا ہوتی ہے۔ وہ اخبار احاد کو کمزور تصور کر کے عملی مسائل میں رہنمائی محدود کر دیتے ہیں، حالانکہ صحیح سند والی احادیث احاد بھی دینی احکام کے لیے قابل اعتماد ہو سکتی ہے۔"(20)

ڈاکٹر زبیر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ سنت کا ثبوت صرف اجماع اور تواتر تک محدود نہیں ہونا چاہیے۔

سنت کا ثبوت دین کی عملی رہنمائی اور عقائد کی صحت کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اخبار تواتر کو یقینی بنیاد اور اخبار احاد کو محتاط بنیاد ی کے طور پر استعمال کرنا چاہیے۔ تاریخی اور فقہی تناظر میں ہر روایت کو تنقیدی نظر سے دیکھنا ضروری ہے تاکہ دین کی اصل روح اور عملی پہلو متاثر نہ ہوں۔ اس جائزے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ دین میں فیصلے کرنے کے لیے سند اور متن کی مضبوطی سب سے اہم معیار ہے۔

ڈاکٹر زبیر کہتے ہیں کہ غامدی کی محدود تعریف سنت کی عملی اور فقہی اہمیت کو کم کر دیتی ہے۔ ان کے مطابق سنت کو وسیع معنوں میں سمجھنا ضروری ہے اور عام طور پر معتبر روایتوں کو بھی شامل کیا جانا چاہیے تاکہ امت کے لیے عملی رہنمائی برقرار رہے۔

سنت کی اصطلاح میں محتاط اور تفصیلی تعریف دونوں ضروری ہے۔ اعتراضات کا جائزہ لینا چاہیے تاکہ مشکوک روایتیں دینی احکام میں شامل نہ ہوں لیکن اس کے ساتھ سنت کو صرف محدود کرنے سے امت کی عملی رہنمائی متاثر ہو سکتی ہے۔ درست فہم کے لیے سنت کو نصوص، اجماع، تواتر اور معتبر اخبار احاد کے تناظر میں دیکھنا جانا چاہیے تاکہ دین کے اصول اور فروعات صحیح طور پر نافذ ہوں۔

تمام اہل سنت کے نزدیک "سنت" کی تعریف میں اللہ کے رسول ﷺ کے اعمال کے ساتھ ساتھ آپ کے اقوال اور تقریرات بھی شامل ہیں۔ اسی لیے اصول فقہ کی کتب میں جب علمائے اہل سنت، سنت پر بطور مصدر شریعت بحث کرتے ہیں تو سب اسی بات کا اثبات کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے اعمال کے علاوہ آپ کے اقوال اور تقریرات بھی مصدر شریعت ہونے کی حیثیت سے سنت کی تعریف میں شامل ہیں۔ جب کہ غامدی کے نزدیک اللہ کے رسول ﷺ کی جمیع اقوال اور تقریرات سنت نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک سنت وہ ہے جس کا تعلق عمل سے ہو۔ غامدی لکھتے ہیں:

"دوسرا اصول یہ ہے کہ سنت کا تعلق تمام تر عملی زندگی سے ہے یعنی وہ چیزیں جو کرنے کی ہیں۔"(21)

جس طرح غامدی اللہ کے رسول ﷺ کے اقوال اور تقریرات کا سنت نہیں مانتے۔ اسی طرح اللہ کے رسول کریم ﷺ کے جمیع اعمال کو بھی سنت نہیں مانتے۔ وہ صرف انہی اعمال کو سنت مانتے ہیں جو عملی تواتر سے امت میں چلے رہے ہوں اور ان کے بارے میں امت میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ اگر اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا کوئی عمل حدیث سے ثابت ہو مگر تواتر عملی سے ثابت نہ ہو تو وہ عمل بھی ان کے نزدیک سنت نہیں ہے۔ مثلاً رفیع الیدین کو وہ اس لیے سنت ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ لیکن پوری امت کا اس پر عمل نہیں ہے۔ رفیع الیدین سے متعلق لیکن پوری امت کا اس پر عمل نہیں ہے۔ رفیع الیدین سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے غامدی لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک صرف وہی چیز سنت کی حیثیت رکھتی ہیں جو صحابہ کرام کے اجماع سے ہم تک منتقل ہوئی ہو۔ ہم انھی چیزوں پر اصرار کر سکتے ہیں اور ان کی خلاف ورزی پر لوگوں کو توجہ بھی دلا سکتے ہیں جن امور میں صحابہ کرام کا اجماع نہیں ہے۔ انھیں نہ سنت کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے اور نہ ان پر عمل کے لیے اصرار کیا جا سکتا ہے۔ میری تحقیق کے مطابق رفع یدین بھی ان چیزوں میں شامل ہے جن پر صحابہ کرام کا اجماع نہ ہو سکا۔ اس وجہ سے میں اسے سنت نہیں سمجھتا۔ اس کے بعد چاہے ساری دنیا متفق ہو کر اسے سنت قرار دینے لگے تو میرے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں۔"(22)

غامدی کے اس تصور سنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ احادیث میں بیان شدہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی ہزاروں سنن ستائیس اعمال پر مشتمل اس فہرست تک محدود ہو کر رہ گئیں جس کو غامدی کے حوالے سے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

غامدی نے سنت کی تعریف میں یہ لکھا ہے کہ سنت صحابہ کے اجماع سے ثابت ہوتی ہے اور ہر دور میں امت کے اجماع سے ثابت قرار پاتی ہے۔

ہم غامدی سے کہتے ہیں کہ سنت کے ثبوت کی بحث تو بعد میں کریں گے پہلے خود سنت کی تعریف تو صحابہ اور امت کے بعد میں کریں پہلے خود "سنت کی تعریف" تو صحابہ اور امت کے اجماع سے ثابت کر دیں۔ غامدی کا دعویٰ ہے کہ کسی چیز کے سنت بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحابہ اور امت کے اجماع سے ثابت ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ اپنے اسی اصول پر غامدی اپنی بیان کردہ سنت کی تعریف کو پرکھ لیں۔ خود غامدی کی اس بات سے ہی ان کے تصور سنت کا دھڑن تختہ ہو رہا ہے کیونکہ جب کسی چیز کے سنت بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحابہ اور امت کے اجماع سے ثابت ہو تو سنت کی تعریف کے لیے تو بدرجہ اولیٰ یہ بات ضروری ہونی چاہیے کہ وہ بھی صحابہ اور امت کے اجماع سے ثابت ہو۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ غامدی کی بیان کردہ یہ تعریف سنت، نہ تو صحابہ کے اجماع سے

OPEN ACCESS
CC BY

ثابت ہے اور نہ امت کے اجماع سے، بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ان کی یہ تعریف، صحابہ کی سنت کی اجماعی تعریف کے خلاف ہے۔ جب تعریف سنت ہی اس معیار پر پوری نہیں اتر رہی جو کہ سنت کے ثبوت کے لیے غامدی نے مقرر کیا ہے تو اگلی بحث کرنا ہی فضول ہے۔

غامدی کا فکری نظام جہاں ایک طرف سادگی، ترتیب اور معقولیت کا تاثر دیتا ہے۔ وہیں اس میں کئی ایسے فکری نقوش بھی پائے جاتے ہیں جو امت کے متوارث علمی ورثے سے الگ ہوتے ہیں۔ ان کے بعض اجتہادی آرا، روایتی اصول فقہ اور مروجہ تفسیری روایت سے ہٹ کر پیش کیے گئے ہیں جو نہ صرف علمی حلقوں میں بحث و تنقید کو جنم دیتے ہیں۔ بلکہ ایک عام طلب علم کو بھی الجھن میں ڈال سکتے ہیں۔

ڈاکٹر زبیر کی تنقید اس پس منظر میں سامنے آتی ہے۔ ان کا اعتراض صرف کسی رائے سے اختلاف تک محدود نہیں بلکہ وہ غامدی کے پورے علمی فریم ورک، اصول استنباط اور دین کی تعبیر پر سوال اٹھاتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب دین کو صدیوں کی علمی تعامل سے کاٹ کر صرف فطرت یا عقل کے محدود دائرے میں پرکھا جاتا ہے تو دین کی ہمہ گیری متاثر ہوتی ہے۔ علمی اختلافات کسی بھی فکری معاشرے کی روح ہوتے ہیں لیکن ان اختلافات کی بنیاد دلیل، دیانت اور اخلاص پر ہونی چاہیے۔ غامدی کی فکر کو نہ مکمل رد کیا جا سکتا ہے، نہ ہی تنقید سے بالاتر سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر زبیر کی تنقید کو بھی ایک اصلاحی کوشش کے طور پر لینا چاہیے، جس کا مقصد اختلاف برائے تنقید نہیں، بلکہ اختلاف برائے فہم اور تحقیق ہو۔

اگر ہم ان مباحث کو ذاتیات سے نکال کر علمی دائرے میں رکھیں تو نہ صرف یہ مکالمہ نکھرے گا بلکہ دین کی تعبیر و تفہیم کا سفر مزید گہرا اور بصرت افروز بنے گا۔

حوالہ جات

1۔ محمد قاسم فلتو، ڈاکٹر، غامدی نظریات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، دار الاندلس، لاہور، س ن، ص 201

2۔ النحل: 68

3۔ القصص: 7

4۔ النساء: 163

5۔ البقرہ: 285

6۔ محمد عبدالرشید نعمانی، مولانا، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، آرام باغ، کراچی، 1994ء، ص 312

7۔ البقرہ: 231

8۔ محمد عبدالرشید نعمانی، مولانا، امام ابن ماجہ اور علمِ حدیث، ص 299

9۔ محمد قاسم فلتو، ڈاکٹر، غامدی نظریات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص 214

10۔ ایضاً

11۔ جاوید احمد غامدی، میزان، المورد، فائن پرنٹرز، لاہور، 2009ء، ص 58

12۔ ایضاً، ص 14

13۔ النحل: 123

14۔ البقرہ: 120

15۔ الانعام: 161

16۔ البقرہ: 130

17۔ محمد حسین، علامہ، المیزان، ایران: موسسۃ مطبوعات اسماعیلیان، طبع پنجم، 2009ء، ص 15

18۔ جاوید احمد غامدی، میزان، ص 68

19۔ حافظ محمد زبیر، ڈاکٹر، فکر غامدی کے تنقیدی جائزہ، المیزان پبلی کیشنز، 2019ء، ص 56

20۔ حافظ محمد زبیر، ڈاکٹر، فقہ اور تاریخ سنت، کراچی: ادارہ اشاعت، کتاب گھر، 2015ء، ص 75

21۔ جاوید احمد غامدی، میزان، ص 65

22۔ ماہنامہ اشراق، المورد ادارہ علم و تحقیق، جون 2002ء، ص 29

OPEN ACCESS

CC BY